Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 45-58
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

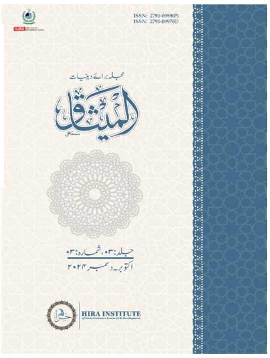

الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات: اسلامی نقطہ نظر سے تجزیاتی مطالعہ

Psychological and Social Effects of Atheism: An Analytical Study from an Islamic Perspective

1. Dr. Zain ul Abideen
zain@cuivehari.edu.pk

Lecturer,
Department of Humanities,
COMSATS University Islamabad, Vehari Campus.

How to Cite:	Dr. Zain ul Abideen. 2024: "Psychological and Social Effects of Atheism: An Analytical Study from an Islamic Perspective". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 45-58.
Article History:	**Received**: 06-10-2024 / **Accepted**: 25-11-2024 / **Published**: 05-12-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات: اسلامی نقطہ نظر سے تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study from Psychological and Social Effects of Atheism: an Islamic Perspective

1. **Dr. Zain ul Abideen**
Lecturer,
Department of Humanities, COMSATS University Islamabad, Vehari Campus.
zain@cuivehari.edu.pk

Abstract

This study explores the psychological and social implications of atheism from an Islamic perspective, focusing on its impact on individual well-being and societal structures. Atheism, characterized by the denial of God's existence, challenges fundamental Islamic tenets, including belief in God, prophethood, and the afterlife. The research highlights the psychological repercussions of atheism, such as existential despair, anxiety, and a diminished sense of purpose. Socially, it identifies atheism as a factor contributing to the weakening of familial bonds, moral disintegration, and societal discord. Rooted in the teachings of the *Qur'ān* and *Sunnah*, the study underscores the necessity of a holistic and proactive response to the challenges posed by atheism. It advocates integrating Islamic principles with contemporary intellectual and scientific methodologies to effectively address the underlying causes and consequences of atheistic thought. Furthermore, the research provides actionable recommendations for educators, policymakers, and community leaders to promote a society grounded in spiritual, moral, and social harmony.

Keywords: *Atheism, Islam, Morality, Society, Psychology, Harmony.*

الحاد کا مفہوم اور حقیقت وماہیت

امام زجاج الحاد کے معنی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ الحاد اللہ کے بارے شک کرنا ہے۔[1] لسان العرب میں اس کا معنی کسی چیز سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور دور ہونا بیان کیا گیا ہے۔[2] مصری ملحد اسماعیل احمد ادھم نے اپنی کتاب "لماذا انا ملحد" میں الحاد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

الالحاد هو الايمان بان سبب الكون يتضمنه الكون ذاتي وان ثمة لا شيئ وراء هذا العالم۔[3]

الحاد اس عقیدہ کا نام ہے کہ کائنات کی وجہ خود کائنات میں موجود ہے اور اس دنیا کے پیچھے کوئی شے نہیں ہے۔

الحاد کو انگریزی میں (Atheism) کہا جاتا ہے، جسے بیان کرتے ہوئے مائیکل مارٹن لکھتا ہے:

In Greek, "a" means "without" or "not," and "theos" translates to "god." Therefore, an atheist is a person who lacks belief in God, rather than necessarily believing that God does not exist.[4]

یونانی زبان میں "a" کا مطلب ہے "بغیر" یا "نہیں"، اور "theos" کا مطلب ہے "خدا"۔ لہٰذا، ایک ملحد وہ شخص ہے جو خدا پر یقین نہیں رکھتا، نہ کہ لازمی طور پر یہ مانتا ہو کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔

Julien Baggini اپنی مشہور کتاب Atheism: A very Short Introduction میں الحاد کی تعریف کرتے

ہوئے کہتا ہے کہ ایک یا کئی خداؤں کے نہ ہونے کا عقیدہ الحاد ہے۔[5] گویا کہ الحاد بنیادی طور پر خدا کی نفی کا نام ہے۔

الحاد: ایک رجحاناتی سلسلہ

الحاد بنیادی طور پر وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہونے والا ایک رجحاناتی سلسلہ ہے جس میں بنیادی کردار اُس فلسفیانہ اظہار رائے اور علمی فکر کا ہے جو خدا کے وجود کی تفہیم سے وابستہ ہے۔ لیکن الحاد اپنی تمام شکلوں میں ایک ثانوی رویہ ہے جس میں انسان خدا کے بارے ایک فطرتی سوچ کے مقابلے میں ایک دوسری سوچ لے کر آتا ہے جو اس کو ذاتی علم سے یا پھر ثقافتی ماحول سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں خدا کا انکار یا الحاد کی بنیادی حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ خدا کے انکار کو انسان بعد میں مختلف ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔ فلسفی زوفیہ اس پر لکھتی ہیں:

> Atheism, whether theoretical or practical, is a secondary attitude compared to the concept of God (divinity), which emerges in human thought either through personal understanding or from the influence of the socio-cultural environment. The denial or rejection of God cannot be a primary stance, as it requires at least some familiarity with the idea being rejected.[6]
>
> الحاد، چاہے نظریاتی ہو یا عملی، خدا (الوہیت) کے تصور کے مقابلے میں ایک ثانوی رویہ ہے، جو انسانی فکر میں یا تو ذاتی فہم کے ذریعے یا سماجی و ثقافتی ماحول کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا کے انکار یا رد کو بنیادی موقف نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس رد کے لیے کم از کم اس تصور سے کچھ نہ کچھ واقفیت ضروری ہوتی ہے جسے رد کیا جا رہا ہے۔

اس رجحاناتی سلسلہ میں مختلف قسم کے نظریات سامنے آتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- ایک نظریہ یا انسان کا وجودی رویہ جو خدا کے وجود کی نفی کا اظہار کرتا ہے۔
- ایک ایسا نظریہ جو خدا کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کی صفات کا انکار کرتا ہے۔
- ایک ایسا نظریہ جس میں کہا گیا ہے کہ خدا کا وجود ثابت کرنا ممکن ہے یا اس کے وجود کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

اس طرح تاریخی طور پر ہر زمانے میں الحاد نے اپنی شکل بدلی ہے اور ہر زمانے کے رجحانات کے ساتھ الحاد کی ایک نئی صورت سامنے آئی جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ الحاد ایک پیچیدہ رجحان ہے جس کے کافی سارے پہلو بنتے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- فلسفیانہ پہلو جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے وجود کی مکمل نفی یا خدا کے تصور کے عقیدے کو مسخ کرنا۔ یہ الحاد کا سب سے بڑا پہلو ہے الحاد کی ساری عمارت کی بنیاد اسی پر ہے۔
- علمی پہلو۔ اس میں خدا کے موجود ہونے یا نہ ہونے کی علمی بحث ہے۔
- نفسیاتی پہلو۔ اس میں مذہب کی مختلف شکلوں کو خود سے بنانا اور مذہب کی اصل شکل سے فرار اختیار کرنا ہے۔

الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات پر تحقیق کی ضرورت

الحاد انسانی تاریخ میں ہمیشہ سے اہم موضوع رہا ہے، جس نے مختلف ادوار میں معاشرتی اور فکری تبدیلیوں کو جنم دیا۔ ہر دور میں الحاد کے ماننے والوں نے اپنے نظریات کو نئی توجیہات اور انداز کے ساتھ پیش کیا، جس سے مذاہب کے بنیادی عقائد پر شکوک و شبہات پیدا کیے گئے۔ اسلامی عقائد، خاص طور پر وجودِ باری تعالیٰ، عقیدۂ رسالت، اور عقیدۂ آخرت کو ہدف بنایا گیا جس کے نتیجے میں مسلم

معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہ اثرات نہ صرف فکری اور ثقافتی سطح پر بلکہ نفسیاتی اور سماجی پہلوؤں پر بھی واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ مسلم معاشروں میں الحاد نے دہریت، بد عملی، اور تشکیک جیسی فکری خرابیوں کو فروغ دیا جس سے انسان اپنے اعلیٰ مقصدِ تخلیق سے ہٹ کر دنیوی مقاصد کا غلام بن کر رہ گیا۔ قدیم الحاد نے خدا کے وجود کو کلی طور پر رد کرنے کے بجائے اس کی صفات اور اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ مولانا جلال الدین عمری اپنے مقالہ انکارِ خدا کے نتائج میں بیان کرتے ہیں:

خدا کے بارے اس طرح کے غلط تصوّرات کی وجہ سے خُدا سے اس کا صحیح تعلق قائم نہیں ہو سکا اور وہ خدا کو ماننے کے باوجود اس سے دور ہی رہا۔[7]

تاہم، جدید الحاد نے انکارِ خدا کو ایک منظم تحریک کی شکل دی جہاں خدا کی ذات کا مکمل انکار کیا گیا۔ یہ تحریک میڈیا، سائنسی ترقی اور سماجی ذرائع استعمال کرتے ہوئے اپنے نظریات کو فروغ دیتی ہے اور معاشرے میں مذہب کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ شعیب احمد ملک جدید الحاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

The rise of new atheism has triggered a global cultural shift, bringing religion back into the spotlight of public discourse. Key figures in this modern movement have launched a vigorous ideological attack on all religions, condemning them as irrational and profoundly detrimental.[8]

جدید الحاد کے عروج نے ایک عالمی ثقافتی تبدیلی کو جنم دیا ہے، جس نے مذہب کو عوامی گفتگو کے مرکز میں واپس لا کر کھڑا کیا ہے۔ اس جدید تحریک کی اہم شخصیات نے تمام مذاہب پر ایک شدید نظریاتی حملہ کیا ہے، انہیں غیر معقول اور گہرے طور پر نقصان دہ قرار دیتے ہوئے مذمت بیان کی ہے۔

جدید الحاد کے اثرات صرف فرد کی فکری سوچ تک محدود نہیں رہے، بلکہ یہ اثرات نفسیاتی اور سماجی سطح پر بھی شدید نوعیت کے ہیں۔ نفسیاتی طور پر، الحاد نے انسان کو مایوسی، بے معنویت، اور ذہنی دباؤ جیسے مسائل کا شکار کیا ہے۔ سماجی سطح پر، یہ خاندانی نظام کی کمزوری، اخلاقی زوال، اور سماجی ہم آہنگی میں کمی کا باعث بنا ہے۔ ان حالات میں الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات پر تحقیق کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہو چکی ہے۔ یہ تحقیق ان اثرات کو گہرائی سے سمجھنے، اسباب کا تجزیہ کرنے اور اسلامی نقطہ نظر سے ان کا حل پیش کرنے میں معاون ہو گی۔ قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات میں ان مسائل کا واضح جواب موجود ہے جنہیں عصر حاضر کے علمی اور سائنسی پیرائے میں پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مسلم معاشرے کو فکری و عملی زوال سے بچایا اور انفرادی و اجتماعی فلاح کی راہ ہموار کی جاسکے۔

الحاد کے نفسیاتی اثرات

الحاد انسانی نفسیات پر برے طریقے سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے نفسیاتی اثرات میں سے چند ایک کی وضاحت ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

الحادی طبیعت: اوہام و خیالات کا مجموعہ

مکمل اور بہترین زندگی کے لیے دل کا سکون و اطمینان بہت ضروری ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے دل کے اطمینان و سکون کو اپنے ذکر کے ساتھ لازم کیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔[9]

جو لوگ ایمان لائے ان کے دل ذکرِ الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

قرآن مجید کے اس بیانیے کے مطابق دل کا سکون اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر میں ہے اور یہ خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس نعمت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کو دل میں بسالیا جائے، اس میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لَایَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللہَ عزوجل إِلَّاحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ،وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهُ۔[10]

اللہ کے ذکر میں جو لوگ بیٹھتے ہیں تو انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان پر طاری ہوتی ہے اور سکون کا نزول ہوتا ہے اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس مخلوق کے ہاں کرتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر ہماری اطمینان والی زندگی کے لیے کس قدر ضروری ہے جب کہ الحاد کے اثرات کی وجہ سے خدا کے ذکر میں دلچسپی نہیں رہ جاتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی میں سکون برقرار نہیں رہتا بلکہ طبیعت طرح طرح کے اوہام وخیالات کا مجموعہ بن جاتی ہے جس سے انفرادی زندگی شدید متاثّر ہوتی ہے اور انسان طرح طرح کے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے اور پورا معاشرہ اوہام کا غلام سا بن کر رہ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزّت کا ارشاد گرامی ہے:

وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ[11]

اور ان میں سے اکثر ظن کے پیچھے چلتے ہیں۔ بیشک ظن حق کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت لوگوں کی عمومی طبیعت کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ لوگوں کی اکثریت محض گمان پر ہی چلتے رہتے ہیں، یعنی کسی نے اپنے گمان پر ایک مذہب یا نظریہ قائم کیا، اس کے بعد کچھ لوگوں نے اس کی پیروی کی، اس کے بعد ان کی اولادوں میں یہ سلسلہ چلا اور اس طرح ایک مذہب قائم ہو گیا۔ مولانا ابوالاعلی مودودی اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی جنہوں نے مذاہب کی بنیاد رکھی، فلسفے تخلیق کیے، اور زندگی کے قوانین وضع کیے، انہوں نے یہ سب علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض قیاس وگمان کی بنیاد پر کیا۔ اسی طرح، ان مذہبی رہنماؤں کی پیروی کرنے والوں نے بھی سوچ سمجھ کر یا شعوری طور پر نہیں بلکہ اس گمان پر عمل کیا کہ جب اتنے بڑے لوگ کہتے ہیں، ہمارے آباو اجداد انہیں مانتے آئے ہیں، اور ایک دنیا ان کی تقلید کر رہی ہے، تو یقیناً یہ درست ہی کہتے ہوں گے۔'[12]

آج کے دور میں الحاد کے سارے پیروکار بھی ایک گمان پر ہی چل رہے ہیں کہ اگر کائنات کا نظام چل رہا ہے تو اس کے پیچھے قانون فطرت ہے، تو ان سے اس بات کا بھی سوال بنتا ہے کہ وہ قانون فطرت کیا خود سے بن گیا ہے؟ اس بات پر واضح طور پر یہی جواب بنتا ہے کہ کوئی بھی نظم خود سے وجود میں نہیں آسکتا بلکہ واضح طور پر اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی طاقت موجود ہوتی ہے جو اس کو ترتیب دیتی ہے۔ اللہ رب العزّت آگے فرماتے ہیں کہ گمان سے حق کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، اگر حق پر آنا ہے تو گمان کو ختم کرنا پڑے گا۔ اسی چیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ دوسری جگہ پر بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۔[13]

وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بدگمانیاں کر رہے تھے۔

آیت مبارکہ کا شان نزول اگرچہ منافقین کے لیے ہے لیکن یہ آج کے الحاد پر بھی صادق آتی ہے کہ وہ بھی خدا کے بارے میں طرح طرح کے گمان پالے ہوئے ہیں بایں طور کہ پہلے انسان کو علم نہیں تھا اور وہ مظاہر قدرت کو دیکھ کر ڈر جاتا تھا لیکن اب

سائنس کے آجانے سے ہر چیز واضح ہو گئی ہے۔ اب خدا کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ ظنون واوہام کا ایک سلسلہ ہے جو لامتناہی ہوتا ہے۔ اس کا انجام شک اور مایوسیت ہوتا ہے اور جہاں ان کی اپنی زندگی ان شکوک سے لبریز ہوتی ہے وہیں پر یہ دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی طرح طرح کی بدگمانیوں کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی زندگی عمل سے تہی ہو جاتی ہے۔

ہوا و ہوس کا غلبہ

الحاد کی وجہ سے چونکہ خدا اور آخرت پر یقین نہیں ہوتا، اس لیے ان لوگوں کا یہی نظریہ بن جاتا ہے کہ اس دنیا سے ہی خوب نفع اٹھالیا جائے۔ اس کی وجہ سے وہ ہوا و ہوس کے ایک طرح کے غلام بن جاتے ہیں۔ ان کے زیر اثر لوگوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ان کے اندر خواہش پرستی سرایت کر جاتی ہے اور اس درجہ غلبہ پالیتی ہے کہ صداقت کے قبول کرنے کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ارشاد گرامی ہے:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔[14]

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہر لگادی گئی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔

قرآن مجید کے اس ارشاد گرامی میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ ان لوگوں پر ہوا و ہوس کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ نہ تو اب یہ حق کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی حق کی طرف لے کر جانے والی نشانیوں کو دیکھتے ہیں بلکہ یہ ایسی غفلت میں مبتلا ہیں جس نے ہدایت کے تمام راستے ان کے لئے مسدود کر دیئے ہیں۔ آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

> یعنی دنیا کی ہوس اور خواہشات کے نشے میں وہ اس قدر مدہوش ہیں کہ ان کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی دی ہوئی صلاحیتوں کو انہوں نے بے کار کر دیا، یہاں تک کہ ان کے کانوں سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشانات دیکھنے، اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق چھین لی گئی۔[15]

ملحدین ان چیزوں پر تحقیق کرتے ہیں جو کہ اصل میں خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کریں ان میں ایسے عوامل کو تلاش کرتے ہیں جن کو اللہ تعالی نے اسباب کے طور پر پیدا فرمایا۔ جیسا کہ زمین و آسمان کو اللہ نے تھاما ہوا ہے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ نے کشش ثقل کو بنا دیا، تو یہ چیز اللہ کی قدرت ہے۔ ملحدین یہ کہتے ہیں کہ زمین کا قائم رہنا کشش ثقل کی وجہ سے ہے اس میں خدا کا کوئی کردار نہیں ہے، تو ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ حق کو دیکھتے ہیں لیکن بجائے ہدایت حاصل کرنے کے گمراہی کی طرف جاتے ہیں۔

اشیاء کو موثّر بالذات سمجھنا

الحاد کے اثرات کی وجہ سے چیزوں کو ہی موثّر بالذات سمجھا جاتا ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ پر یقین کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور اگر کوئی خدا تعالیٰ کو پکارتا بھی ہے تو وہ رسمی طور پر ہوتا ہے جس میں وہ کسی بھی لمحے پلٹ سکتا ہے۔ اس سے ایک بے یقینی کی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے اور خوف و بزدلی پیدا ہو کر کسی مہم میں شرکت کی جرات و ہمت باقی نہیں رہتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ۔[16]

بے شک وہ جو اپنے پیچھے پلٹ گئے بعد اس کے کہ ہدایت ان پر کھل چکی تھی شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنے فعل کو مزیّن کر کے پیش کرتا ہے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ اس کی طرف راغب ہوں اور وہ انہیں جھوٹی امیدیں دلائے رکھتا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان پر یہ حقیقت اچھی طرح سے واضح ہو چکی ہے کہ راہ حق یہی ہے جس کی طرف پیغمبر دعوت دے رہے ہیں۔ چنانچہ آگے بڑھ کر انہوں نے اس کو قبول بھی کر لیا لیکن جب آزمائشوں سے سابقہ پڑا تو شیطان نے ان کو فریب دیا اور یہ اس کے فریب میں مبتلا ہو گئے۔[17]

الحاد کے اثرات کی وجہ سے چیزوں کو موثّر بالذات سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے خدا پر یقین کی کیفیت بالکل نہیں رہتی اور معاشرے میں لوگ بظاہر ایسے رہتے ہیں جیسے وہ خدا پر یقین رکھتے ہوں لیکن ان کے اندر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ خدا پر ذرہ بھر بھی یقین نہیں رکھتے۔

الحاد کے سماجی اثرات

لوگوں کی نفسیات پر اثرانداز ہونے کے بعد الحاد سماج اور معاشرہ پر بھی برے طریقے سے اثرانداز ہوتا ہے۔ ذیل میں ایسے ہی کچھ سماجی اثرات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ذاتی اغراض و مقاصد کی غلامی

کسی بھی قوم یا ملک کی ترقی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ فرد ذاتی مقاصد کو اجتماعی مقاصد پر قربان کرے تاکہ معاشرہ صحیح طریقے سے پھل پھول سکے۔ الحاد کے نتیجے میں ذاتی اغراض و مفاد کی غلامی ہوتی ہے اور ہر طرح کے جائز و ناجائز مفاد حاصل کیے جاتے ہیں چاہے اس سے قوم کا کتنا نقصان ہو جائے۔ اسی طرح اپنے معمولی مفاد کے لیے قوم و ملت کے کسی بھی نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ۔[18]

اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم نے پہلے ہی اپنا احتیاطی معاملہ اختیار کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں مومنین اور منافقین کے درمیان نظریاتی اختلاف کو بیان کیا گیا ہے کہ منافق ہر کام میں اپنا مفاد ملحوظ خاطر رکھتا ہے اگر اُس پر اسے کامیابی حاصل ہو تو اس پر بہت زیادہ خوشی مناتا ہے اور اگر قوم کو کسی ناکامی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو وہ کہتے ہیں کہ اچھا ہوا کہ ہم اس کام میں شریک نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے ہم اس چیز سے بچے رہے۔ جب کہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ خالص دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہاں دنیا پرست اور خدا پرست کی ذہنیت کو واضح کیا گیا ہے۔ دنیا پرست جو کچھ بھی کرتا ہے، وہ صرف اپنے نفس کی رضا کے لیے کرتا ہے، اور اس کی خوشی بعض دنیوی مقاصد کے حاصل ہونے پر منحصر ہوتی ہے۔ اس کا سہارا مکمل طور پر مادی اسباب پر ہوتا ہے؛ اگر وہ اسباب سازگار ہوں تو اس کا دل خوش ہوتا ہے، اور اگر وہ ناسازگار ہوں تو اس کی ہمّت ٹوٹ جاتی ہے۔[19]

الحاد کے پیروکار اور ایمان والوں کے درمیان بھی یہی دو بنیادی فرق ہیں، خدا کو ماننے والا انسان جو بھی کرتا ہے خالص خدا

کی رضا کے لیے کرتا ہے، اپنے اس عمل میں اس کا انحصار اپنی ذات یا مادی اسباب پر نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے، اپنے اس عمل کے دوران پیش آنے والی ہر کامیابی اور ناکامی پر وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ناکامیوں سے مایوس نہیں ہوتا اور کامیابیوں پر اتراتا نہیں۔ اس لیے اس کا مقصد بہت بلند ہوتا ہے اور اپنی کسی ذاتی غرض یا مقصد کو سامنے نہیں رکھتا بلکہ اس کے پیش نظر وہ معاملات ہوتے ہیں جن میں ملک و ملت کا فائدہ ہو جب کہ الحاد کے پیروکار لوگوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ ہر عمل کا انحصار خود پر کرتے ہیں اور ہر ایک عمل میں اپنے ذاتی اغراض و مقاصد ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ پھر ان ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے وہ ہر ممکن قدم اٹھانے کو تیار ہے، چاہے اس میں قوم کا کتنا بھی نقصان ہو۔

اجتماعی و انفرادی فرائض کی ادائیگی میں بے دلی

الحاد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر قسم کی عبادات اور انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرتا ہے۔ اس کے اندر اس کی رغبت نہیں ہوتی۔ وہ سکون، اطمینان اور دل جمعی کی صفات سے عاری ہوتے ہیں کیونکہ سکون اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان کا یقین ایک ذات پر محکم ہو کہ وہ ذات میری ہر ایک ادا کو دیکھ رہی ہے اور انسان اس ذات کی توجہ حاصل کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور محبت سے عبادات کی ادائی کی کوشش کرتا ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

قَالَ: مَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔[20]

کہا کہ احسان کیا ہے؟ جواب دیا کہ تو اللہ کی ایسے عبادت کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہو۔ اگر تو اسے نہ دیکھ رہا تو پھر وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنی مکمل توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مرکوز رکھے۔ اگر خدا کی ذات کے بارے میں ادنیٰ سا بھی شک پیدا ہو تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انفرادی و اجتماعی شعائر ادا ہی نہیں کیے جاتے اور اگر ادا بھی کیے جائیں تو وہ ایک معاشرتی رسم کے طور پر ہی رہ جاتے ہیں جس میں سکون، دل جمعی اور اطمینان بالکل نہیں ہوتا بلکہ تساہل اور تکاسل کا غلبہ ہوتا ہے۔ یہ منافقین کی صفات میں سے ہے جس کے بارے ارشاد ہوا ہے کہ:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا۔[21]

اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر تو کم ہی کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ ربّ العزّت نے اس آیت کریمہ میں منافقین کا تذکرہ کیا ہے کہ ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب نماز کے لیے آتے ہیں تو بوجھل جسم کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں جیسے کسی مجبوری کے تحت آئے ہوئے ہوں۔ ان کا یہ طرز عمل اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی نیت نماز کی نہیں ہوتی اور نہ اس پر ان کا ایمان ہوتا ہے۔ ان کا مقصد تو لوگوں کو دکھلانا ہوتا ہے تاکہ انہیں مسلمان سمجھا جائے۔ وہ اپنی نمازوں میں نہ تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور نہ ہی خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں اور نہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ زبان سے کیا ادا کر رہے ہیں، بس وقت کا گزارنا اور لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

یعنی نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو طبیعت پر جبر کر کے، اکسائے ہوئے، مارے باندھے محض ڈر سے اٹھتے ہیں۔[22]

الحاد کے زیر اثر لوگوں کی بھی یہی صورت حال ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ شعار کی ادئیگی صرف دکھانے کے لیے

کرتے ہیں ان میں خدا کی ذات کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں ہوتی۔ بی بی سی اردو نے ایک آرٹیکل 'پاکستان کے خفیہ ملحد' کے نام سے شائع کیا ہے اس میں ایک پاکستانی ملحد اپنے بارے بات کرتے ہوئے کہتا ہے:

آج کل میں جمعے کی نماز یا عید کی نمازوں کے لیے محض رسم کے طور پر جاتا ہوں۔ میرے خاندان کو یہ بات معلوم ہے کہ مجھے مذہب پر یقین نہیں ہے، لیکن جب تک میں اس بارے میں زیادہ شور نہیں مچاتا، وہ مجھے کسی قسم کی مخالفت نہیں کرتے اور مجھے جگہ دے دیتے ہیں۔[23]

اسی طرح وہ لوگ جن پر الحاد کے اثرات ہیں وہ عبادات اور دیگر اخلاقی فرائض سے غافل ہوتے ہیں اور اسے کوئی اہم فریضہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اگر کچھ چیزوں میں شریک ہوتے ہیں تو اس لیے تاکہ ان کا شمار مسلمانوں کے اندر رہے اگرچہ ان کی یہ عبادات اور نماز محض دکھلاوا اور وقت کا گزارنا ہوتا ہے۔

قوت ارادی کا مفقود ہو جانا

قوت ارادی ایک ایسا وصف ہے، جسے استعمال کر کے انسان اپنے لیے ہر مشکل کو آسان بنا سکتا ہے۔ قوتِ ارادی انسان میں عزم، ہمت، ارادہ اور اختیار کو مضبوط کرنے والی ایک طاقت ہوتی ہے، جو ارادے کو کمزور ہونے نہیں دیتی۔ یہ قوت ہر انسان کی جبلّت کا حصّہ ہے اور اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین، ایمان، توکّل بڑھاتی ہے۔ کیونکہ خدا پر یقین سے ایک واضح تصوّر ملتا ہے کہ ہم اس دنیا میں کس لیے آئے ہیں اور ہمارے بنانے میں خدا کا مقصد کیا ہے، جو کہ خدا تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن مجید میں ارشاد فرمادیا ہے:

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔[24]

وہی ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ جانچے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے واضح تصور ملتا ہے کہ انسان کو ایسے ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ایک واضح مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور ہر عمل خدا تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔ وہ انسان کو آزماتا ہے اور انہی اعمال کی بنیاد پر اس نے ایمان والوں کو درجات عطاء کرنے ہیں۔ ایمان ویقین کی دولت کی محرومی کی وجہ چونکہ انسان کا اس دنیا میں آنے اور زندگی بسر کرنے کا ایک واضح تصور ختم ہو جاتا ہے جس سے انسان کی قوت ارادی مفقود ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی کے مفقود ہو جانے سے عزم وہمت کے کام نہیں ہو پاتے اور عزم و ہمت کے کام کے وقت ایسی روش اختیار کی جاتی ہے جو قومی نقصان کا سبب بنتی ہے۔ اس میں انتہادرجے کی بزدلی اور سفلہ پن پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزّت اس چیز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ۔[25]

اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں، یا کوئی غار، یا گھسنے کی کوئی جگہ تو اس کی طرف لوٹ جائیں، اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔

قرآن مجید کی یہ آیت منافقین کے بارے نازل ہوئی کہ منافقین کی حالت یہ ہے کہ یہ لوگ مجبوری میں آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں کوئی ایسی جگہ مل جائے، جہاں ان کو کوئی گوشہ عافیت مل سکے تو یہ لوگ وہیں چلے جاتے۔ مسلمانوں سے ان کے خوف اور نفرت کا حال یہ ہے کہ اگر انہیں کوئی پناہ گاہ، یا کوئی غار یا اور کوئی داخل ہونے کی جگہ مل جاتی تو وہاں چلے جاتے تاکہ مسلمانوں سے دور ہوتے۔ اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور ان کے فتح وغلبہ کی باتیں سن سن کر ان کے دل پر جو چرکے لگتے ہیں اس سے نجات مل جاتی۔ الحاد کے زیر اثر لوگوں کا بھی حال یہی ہے کہ یہ لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ مجبوری سے بیٹھے ہوئے ہیں اور

اسلامی دار الحکومت میں اسلامی قوانین کو مجبوری سے قبول کر رہے ہیں۔ پیر کرم شاہ آیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایمان ویقین ہی قوّت ہے جو شرف انسانی کا نگہبان ہے اور اسے ایک مسلک پر ثابت قدم رکھتی ہے، اور جہاں یہ مفقود ہو وہاں انسان مصلحت اندیشی کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جدھر ہوا کا رخ دیکھا ادھر ہو لیا، جس میں اپنی وقتی سلامتی نظر آئی وہی چولا بدل لیا، ایسی حالت میں انسان وہ مستحکم چٹان نہیں رہتا جو حوادثات کی چٹانوں سے ٹکرا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتی، بلکہ اس بے بس تنکے کی طرح ہو کر رہ جاتا ہے، جسے پانی کی تند موجیں جدھر چاہتی ہیں بہا کر لے جاتی ہیں۔[26]

قرآن اور سنت میں الحاد کا رد

اللہ رب العزّت نے دنیا کا نظام بہت سے فوائد سے بھرپور پیدا کیا ہے۔ خود خدا کی ذات کسی اصول کی پابند نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا سب سے بے نیاز ہے لیکن اس نے اپنا سارا کارخانہ حیات اصولوں کا پابند کیا اور ہر چیز کو ایک خاص مقصد کے لیے بنایا ہے۔ انسان کو اللہ ربّ العزّت نے اس دنیا میں مرکزی حیثیت دی ہے اور اسے ایک دستور اور قانون کا پابند کیا ہے جسے نظام فطرت کہتے ہیں۔ لیکن انسان نے جب اللہ رب العزّت کے نظام سے بغاوت کی تو اللہ ربّ العزّت نے اس کی اصلاح کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب کیا اور پھر ان پر اپنی وحی کا نزول فرمایا جو کہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا کلام اور زندہ معجزہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔[27]

کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے؟ اگر یہ غیر اللہ کی جانب سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

جلال الدین سیوطیؒ اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس کی معانی میں تناقض اور نظم میں تباین ہوتا۔[28] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تحقیق کی دعوت دی کہ لوگ قرآن میں غور و خوض کریں اور اس بات کی حقیقت کو سمجھیں کہ اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا کلام ہوتا تو لازمی طور پر اس میں اختلاف ہوتا، اس کے معانی میں تضاد اور نظم عبارت میں خلل ہوتا جب کہ اس کے معانی باہم ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں اور عبارت کا ربط اور تعلق بھی مثالی ہے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

دیکھو، اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو قرآن میں مختلف مواقع پر کئی قسم کے اختلافات نظر آتے۔ انسان ہر حال میں صرف اسی حالت کے مطابق بات کرتا ہے جو اس پر گزرتی ہے، دوسری حالت کا خیال نہیں آتا۔ غصے کی حالت میں وہ مہربانی کرنے والوں کا خیال نہیں رکھتا اور مہربانی کی حالت میں غصہ کرنے والوں کا خیال نہیں آتا۔ چونکہ قرآن کریم خالق کا کلام ہے، اس میں ہر بیان میں دوسری چیزوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ غور و فکر سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر موضوع کا بیان ہر مقام پر ایک ہی انداز میں ہے۔[29]

قرآن مجید کی صداقت کو جانچنے کے لیے اس آیت کو ایک معیار بنایا گیا ہے کہ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو لازمی طور پر اس کے مضامین میں اختلاف ہوتا کیونکہ یہ قرآن ایک رسالہ کی مانند نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک عظیم الشّان کتاب ہے جس میں اللہ رب العزّت نے مکمل تفصیلات کے ساتھ اپنی آیات کو بیان کیا ہے۔ مضامین کو اتنے شاندار انداز میں پیش کیا ہے کہ اس کی فصاحت و بلاغت پر کوئی شخص حرف نہیں اٹھا سکا۔ اس کے ساتھ ساتھ ماضی کی بہت سی قوموں کے حالات کا ذکر بھی ہے جو تاریخی حقائق پر مبنی ہے حالانکہ آپ ﷺ امّی تھے۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آپ نے کسی بھی درسگاہ سے تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ اعلان

نبوّت سے پہلے کبھی ایسی چیز کا ذکر کیا۔ بلکہ آپ ﷺ ایسی صفات کے حامل تھے کہ مکّہ میں آپ کے ہم پلہ کوئی بھی انسان نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی راست بازی، عمدہ گفتگو، معاملہ فہمی اور امانت داری اتنی مشہور تھی کہ قریش مکّہ کی طرف سے آپ ﷺ کو خصوصی اعزازات و القاب عطاء کیے گئے تھے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی کلام تو بالکل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسی صفات والا شخص ایسا کلام خود سے پیش نہیں کر سکتا لہٰذا قرآن مجید اللہ رب العزّت کا ہی کلام ہے۔

الحاد: محض ظن و گمان

قرآن مجید الحاد کو صرف ظنّ و گمان کا درجہ دیتا ہے چاہے وہ الحاد جاہلیت کی بنیاد پر ہو یا فلسفہ و سائنس کی بنیاد پر، یعنی ہر قسم کے الحاد کی عمارت ظنّ و تخمین کی بنیاد پر قائم ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ۔[30]

اور انہوں نے کہا: زندگی تو صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف گمان دوڑاتے ہیں۔

عرب کے لوگوں نے جب رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایسی باتیں کیں تو اللہ رب العزّت نے یہ فرمایا کہ ان کے پاس ان باتوں کی کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ محض اپنی طرف سے تخمینے لگاتے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدبر قرآن میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ چیز ان کی آزادی کو محدود اور ان کی خوشی کو تلخ کر دیتی ہے، اس لیے یہ بے سوچے سمجھے لاپرواہ باتیں کرتے ہیں اور ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہے ہیں جو انسان کی فطرت میں ہے، جس کی گواہی اس کائنات کا پورا نظام دے رہا ہے۔ یہ حقیقت اس جہان کے خالق کی قدرت، حکمت، رحمت، ربوبیت، اور اس کے عدل کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر یہ حقیقت ظاہر نہ ہوتی تو دنیا ایک بچکانہ کھیل اور بے معنی چیز بن کر رہ جاتی۔ یہ لوگ بڑے دعوے اور تکبر کے ساتھ ایسی باتیں کرتے ہیں، لیکن اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں، بلکہ یہ صرف ظن و گمان پر مبنی ہیں، جس پر ان کے فلسفے کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ عقل، فطرت، آفاق، انفس، اور انبیاء و حکما کی تعلیم وہی ہے جو قرآن پیش کرتا ہے، لیکن یہ لوگ علم کی بجائے اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں، کیونکہ ان کی ہر خواہش کا جواز علم سے نہیں بلکہ ان کے گمان سے ملتا ہے۔ یہ اسلوب کلام ایک قسم کی حسرت کا اظہار ہے، کیونکہ یہ لوگ بہت بدقسمت ہیں جنہوں نے ایسے عظیم معاملے میں علم کی بجائے اپنے خیالات و گمانوں کو اپنا رہنما بنایا ہے۔[31]

الحاد کے تدارک کے لیے دوسرا سب سے اہم ذریعہ رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر عمل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو کوئی بھی ایسی بات پسند نہیں تھی جس سے آپ ﷺ کی ذات گرامی کو بلند کیا جاتا بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ تواضع اختیار فرماتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے ساری زندگی ان اختیارات سے تجاوز نہیں کیا جو آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عطاء کیے گئے تھے بلکہ اگر کوئی شخص آکر آپ ﷺ کی شان اقدس کی ایسی بڑائی بیان کرتا تو آپ ﷺ اسے ٹوک دیتے تھے۔ ظاہر ہے یہ کام وہ شخص کبھی نہیں کر سکتا جس کو دنیا کی تھوڑی سی بھی طلب ہو بلکہ لوگ تو اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اور ان کی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے جبکہ

آپ ﷺ کو یہ چیز بالکل پسند نہیں تھی۔ مسند احمد ابن حنبل میں ایک روایت مذکور ہے:

عن عبد الله بن عباس -رضي الله عنهما- أن رجلا قال للنبي -ﷺ-: ما شاء الله وشئت، فقال: أجعلتني لله ندا؟ ما شاء الله وحده۔[32]

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا: جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ صرف اللہ ہی جو چاہے وہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح طور پر سامنے آ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لحظہ کے لیے بھی اسے اچھا نہیں سمجھا بلکہ فوری طور پر فرمایا کہ یہ بالکل مناسب نہیں۔ خدا اپنی خدائی میں یکتا ہے اور اس کی یکتائی میں شمولیت نہیں ہو سکتی۔ جس شخص کو دنیا مطلوب ہو اسے تو اس چیز سے غرض ہی نہیں ہونی چاہیے اسے تو بلکہ ایسے معتقدین ہی اچھے لگتے ہیں جو ان کی شان میں قلابے ملاتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ کی خلوت جلوت سے بھی زیادہ خدا تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز میں گزرتی تھی۔ آپ ﷺ اپنی خلوت میں خدا تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء فرماتے، اس پر صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اللہ کی اتنی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے عرض کیا کہ کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[33] کیا یہ باتیں کسی ایسے شخص کی طرف سے ہو سکتی ہیں جس کی دعوت کی بنیاد جھوٹ پر ہو، بالکل بھی ایسا نہیں، بلکہ جس کی دعوت کی بنیاد جھوٹ پر ہو یا جس کا مقصود دنیا ہو اسے تو اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے تو کچھ ایسے مرید چاہیے جو اس کے ایسے کمالات بیان کرے جس سے معتقدین میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ اپنی خلوت میں بھی اللہ کی ایسی ایسی شان بیان کرتے جو مجمع سے بھی زیادہ ہوتی، تو ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی طور پر ایسا ممکن ہی نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ سب تعلیمات بے بنیاد ہیں بلکہ عقل اس بات پر مصر ہے کہ ان سب باتوں کی بنیاد پر یہ گواہی دی جائے کہ رسول اکرم ﷺ کی ہر ہر تعلیم اور ہر ہر لفظ سچائیوں کا مرکز و منبع ہے، اور اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام پاک کی یہ گواہی سچ ثابت ہوتی ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔[34]

اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں اپنے ہونے کی گواہی خود دی وہی پر اہل علم کا بھی کہا کہ وہ بھی گواہی دیں گیں کہ خدا کی ذات موجود ہے، رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی اولوا العلم کا سب سے بڑا مرکز ہے، رسول اکرم ﷺ کی بتائی ہوئی ساری اخبار کا سچ ثابت ہونا اس بات کی ایک نا قابل تردید گواہی کہ آپ ﷺ نے جس عقیدہ کی دعوت دی اس میں آپ حق پر تھے۔ اس بات کی گواہی رسول اکرم ﷺ نے ہی ہمیں دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات گرامی ہی اس دنیا کی خالق و مالک ہے اور اسی نے اس دنیا کے کارخانہ کو بنایا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات نے یہ سب کچھ ایسے ہی نہیں بنایا بلکہ ان سب کا عظیم مقصد ہے۔

حاصل بحث

الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات پر تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ الحاد نہ صرف ایک فکری چیلنج ہے بلکہ یہ انسان کے نفسیاتی سکون اور معاشرتی ہم آہنگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ان اثرات کا معاشرتی ہم آہنگی اور قومی ترقی پر منفی اثر پڑتا ہے۔ الحاد کے

پیروکار اپنے ذاتی مفادات کو ہمیشہ مقدم رکھتے ہیں اور قوم یا ملک کے مفاد کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف معاشرتی ذمہ داریوں سے انحراف ہوتا ہے بلکہ عبادات اور روحانی تعلق میں بھی کمی آتی ہے۔ فرد کی قوتِ ارادی کمزور پڑ جاتی ہے، جو اسے زندگی کی مشکلات کا سامنا کرنے میں ناکام بناتی ہے۔ پاکستانی معاشرے کو الحاد کے نفسیاتی اور سماجی اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ان پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔ تعلیمی نظام، میڈیا، اور نفسیاتی رہنمائی کو اسلامی اصولوں کے مطابق مربوط کر کے نوجوان نسل کے عقائد کو مضبوط کیا جائے اور ان کے کردار کی تعمیر کی جائے۔ تعلیمی نصاب میں اسلامی فلسفہ اور اخلاقیات کو شامل کیا جائے، میڈیا کے ذریعے اسلامی عقائد کو تقویت دی جائے، اور نفسیاتی مراکز میں دینی رہنمائی فراہم کی جائے۔ ان اقدامات سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جو فکری، روحانی، اور عملی طور پر مضبوط ہو اور الحاد کے اثرات سے پاک ایک پائیدار اسلامی نظام قائم کر سکے۔

حوالہ جات و حواشی

1 ابن منظور، محمد بن مکرم علی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 3/389۔

2 ایضاً۔

3 ادہم، اسماعیل احمد، ڈاکٹر، **لما ذا انا ملحد**، (مصر: مطبعۃ الحدیثۃ، 1938ء)، ص 8۔

4 Micheal Martin, **Cambridge Companion of Atheism**, (New York: Cambridge University Press, 2007), P. 1.

5 Julian Baggini, **Atheism: A very short Introduction**, (New York: Oxford University Press, 2003), P.3.

6 Zofia J, Zdybicka, **Atheism in Universal Encyclopedia of Philosophy**, (Poland: Polish Thomas Aquinas Association Press, October-November 2018), P. 740.

7 عمری سید جلال الدین، **انکار خدا کے نتائج**، (علی گڑھ: تحقیقات اسلامی، 1984ء)، ص 5۔

8 Malik, Shoaib Ahmad, **Atheism and Islam: A Contemporary Discourse**, (Abu Dhabi: Kalam Research & Media, 2018), P. 5.

9 سورۃ الرعد 13:28۔

10 مسلم، ابن الحجاج نیشاپوری، **صحیح مسلم**، (ریاض: دار السلام، 2014ء)، كِتَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ، رقم الحدیث: 6855۔

11 سورۃ یونس 10:36۔

12 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1992ء)، 2/258۔

13 سورۃ ال عمران 3:154۔

14 سورۃ النحل 16:108۔

15 عثمانی، شبیر احمد، **تفسیر عثمانی**، (کراچی: دار الاشاعت، 2007)، 2/363۔

16 سورۃ محمد 47:25۔

17 اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن**، (لاہور: فاران فاونڈیشن، 2009ء)، 7/420۔

18 سورۃ التوبۃ 9:50۔

19 مودودی، **تفہیم القرآن**، 2/200۔

20 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الایمان ،باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان، رقم الحدیث: 50۔

21 سورۃ النساء 4:142۔

22 اصلاحی، **تدبر قرآن**، 2/411۔

23 https://www.bbc.com/urdu/pakistan-40591027 , Dated: 13 July, 2017.

24 سورۃ الروم 30:2۔

25 سورۃ التوبۃ 9:57۔

26 الازہری، پیر کرم شاہ، **ضیاء القرآن**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1995ء)، 2/892۔

27 سورۃ النساء 4:82۔

28 جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی، **تفسیر الجلالین**، (قاہرۃ: دار الحدیث، سن ندارد)۔ ص 115۔

29 عثمانی، **تفسیر عثمانی**، 1/429۔

30 سورۃ الجاثیۃ 45:24۔

31 اصلاحی، **تدبر قرآن**، 7/328۔

32 احمد بن حنبل، الامام، **مسند احمد**، (دمشق: دارالفکر، 2011ء)، رقم الحدیث: 1839۔

33 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، رقم الحدیث: 4836۔

34 سورۃ ال عمران 3:18۔